نہیں بدلتی، امت کے دن نہیں بدل سکتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ امت اپنی اجتماعی کیفیت
گروہی اور مسلکی عصبیتوں سے اوپر اٹھ کر غور کرے اور ایک بار پھر اپنا فکری قبلہ درست کرنے کی کو
کرے جس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ دین حنیف کے اولین مرجع و اساس — قرآن —
اپنی پوری زندگی کا دستور العمل بنا لے۔ اور انفرادی و اجتماعی جملہ معاملات میں قرآن و سنت کی
تسلیم کر لے۔ جس کے لئے ہم صدق دل سے بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہیں۔

● قرآن کی روشنی میں علوم دینیہ کی تجدید اور علوم جدیدہ کی تطہیر — ادارۂ علوم القرآن
دائرہ کار کا یہ دوسرا اہم نکتہ ہے۔ قرآن ہمارے تمام فکر و عمل کی اصل و اساس ہے جس کی تر
تبیین کا حق حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے ادا کیا ہے، یہ وہ بات ہے جس
پوری امت کا اتفاق ہے اور قیامت تک کے لئے ان کی حیثیت اسی طرح ثابت اور مس
لیکن ان کے بحر معانی میں غوطہ زنی ہر شخص کے بس کی بات نہ تھی، نہ یہ ممکن تھا کہ ہر شخص براہ را
ان سے استفادہ کر کے اپنے لئے فکر و عمل کی راہیں تجویز کر سکے۔ اس کے علاوہ زمانہ کے حا
ضروریات کا بھی تقاضا تھا کہ قیاس و اجتہاد کے ذریعہ قرآن و سنت کے منصوصات کے
کو مزید وسعت دی جائے جس کے نتیجے میں علم الفقہ کی تدوین عمل میں آئی۔ عرب کے سادہ
ماحول سے نکل کر اسلام کا واسطہ جب عجمی علوم و افکار سے ہوا تو عقائد و کلام کی بحثیں چھڑ
جس کی خاطر باقاعدہ ایک نئے علم، کلام کی ایجاد ہوئی۔ بعد کے ادوار میں مسلمان امت کے اند
ربط و تعلق اور اخلاق و اعمال میں روز افزوں انحطاط کو دیکھتے ہوئے کچھ لوگوں نے خالص
اس پہلو سے امت کی اصلاح اور تجدید کا بیڑا اٹھایا۔ جس کے لئے تصوف و احسان، کا علم
آیا۔ پھر ان علوم کے سلسلے میں بھی بہت سے ذیلی علوم و مباحث کا اضافہ ہوا اور ان کے اند
بدن نت نئی تحقیقات، و تدقیقات کا اضافہ ہوتا رہا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور ان
قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ علمی ورثہ امت کا وہ سب سے قیمتی سرمایہ ہے، جس کے بغیر ا
زندگی بے رنگ بلکہ صحیح تر لفظوں میں اس کا معنوی وجود معرض خطر میں ہو جاتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ثابت اور مسلم ہے کہ ان تمام علوم
کی اصل و اساس "قرآن و سنت" ہیں، ان کے مقابلہ میں ان کی حیثیت فروعات ہی کی ہے
یا کلام یا تصوف و احسان ہر ایک کی تدوین قرآن و سنت کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے
اور یہ تمام سیارے اسی نظام شمسی کے گرد گھومتے اور اس سے کسب فیض کرتے ہیں۔

کے شہ سواروں نے اس کی صراحت کی ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ ان علوم سے
استفادہ کے لئے ضروری ہے کہ انہیں پڑھنے پڑھانے اور ان میں مہارت و بصیرت پیدا
کے ساتھ، قرآن و سنت سے براہ راست، زندہ اور شعوری تعلق استوار رہے۔ ورنہ
حقیقت ہے کہ شاخیں جڑ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتیں، نظام شمسی سے کٹ جانے پر سیارچوں
ہو جانا یقینی ہے۔ تو قرآن و سنت سے مستنبط علوم و معارف کی صحیح فیض بخشی اسی وقت
ہے جب تک کہ ان کا تعلق اس محور و مرکز اور اصل و اساس سے استوار رہے۔ عمل صحیح کیلئے
صحیح ضروری ہے، کسی قوم پر فکری زوال پہلے آتا ہے، عملاً نکبت و ادبار کا شکار وہ اس کے بعد
ہے تو بعد کی صدیوں میں اس امت پر جو زوال و انحطاط آیا اور جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، اس
میں اس کے سرے کو بھی آسانی کے ساتھ پکڑا جا سکتا ہے۔ قرآن و سنت سے براہ راست
کمی سے امت نے جب اپنی فکری تازگی کھو دی، اسی کے ساتھ زندگی کے دوسرے تمام میدانوں
اس کا زوال شروع ہو گیا۔ اصل منبع سے کٹ کر جب اس نے مستنبط علوم کو اپنا مرکز
بنا لیا تو اس کی بنیاد پر دھڑے بندیاں اور مسلکی عصبیتیں وجود میں آگئیں جنہوں نے اس کے
کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور آج صورت ہے کہ خدا اور خلق کے نام پر کوئی اپیل اسے اس دلدل
نکالنے میں کامیاب نہیں ہو رہی ہے۔ اب اگر اس صورتِ حال کو بدلنا ہے تو ان علوم سے
استفادہ کرتے ہوئے قرآن کو اصل و اساس بنا کر ان کی تدوین نو ضروری ہے۔ تاکہ
احتساب کی نظر ڈال کر جہاں کہیں کمیاں نظر آئیں انہیں دور کیا جا سکے اور اصل پاور ہاوس
قرآن کے اندر نئی روح اور نئی زندگی عطا کی جا سکے۔ بدلے ہوئے حالات کے نئے انداز
کے پہلو سے بھی اس کی ضرورت ہے۔ علوم کی نوع بہ نوع اور ان کی تہذیب و
ذوق آج پیدا ہو گیا ہے، پہلے اس کا چلن نہ تھا اس لئے ہماری پرانی انتہائی کارآمد
بھی اگر انہیں اسی ڈھنگ اور قدیم انداز میں آج بھی پیش کر دیا جائے تو بڑی حد تک ان
افادیت پر پردہ پڑا رہے گا اس لئے قرآن کی روشنی میں علوم دینیہ کی تجدید میں ان دونوں
کو مدنظر رکھنا پڑے گا۔

اس دفعہ کا دوسرا جز قرآن کی روشنی میں علوم جدیدہ کی تطہیر ہے جس کا دائرہ کار اور بھی وسیع
اور بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ موجودہ دور کو بجا طور پر علم کے دھماکے (KNOWLEDGE
EXPLOSION) کا دور کہا جاتا ہے۔ علوم کے بے شمار شعبے اور اس کی شاخیں در شاخیں